

## سیرت طیبہ کی روشنی میں مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم اور رعایت (شخصیات، مقامات، کتب، تہوار)

ڈاکٹر محمد عرفان\*

حافظ معظم شاہ\*\*

### Abstract:

There is no doubt, that, this world is converted into a global village today. So, the problems of different nations are not individual anymore, rather, they have become a collective thing. An Issue that occurs anywhere in the world would disturb the whole world somehow. The sacredness of the religion is a highlight of these issues that can disturb peace globally. Every religion has some sacred things, which are always regarded as respectable by all. If anybody attempts to disgrace the sacredness of any other religion, his act is considered as enmity and outrage against this system.

This study elaborates the status of religious symbols in the light of Seerat-ul-Nabi. The article brings to light various definitions and elaboration of religious symbols and sanctities. The study analyses the various incidents that occurred in the life of our Holy Prophet (PBUH) regarding disgrace towards the religious symbols to understand the importance of religious sanctities in the light of Seert-ul-Nabi.

**Keywords:** Religious sanctities, World Religions, Seerat-ul-Nabi.

اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ لفظ "اسلام" کے معنی ہی "امن و سلامتی" کی خبر دینا ہے۔ اسلام پر امن بقائے باہمی کے اصول پر مبنی معاشرتی امن و استحکام پر یقین رکھتا ہے۔ اور معاشرے کے سبھی افراد کی جان، مال اور عزت و آبرو کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی دنیا کے تمام بنی نوع انسان کی حقیقی کامیابی و کامرانی کا واحد ذریعہ ہے اور اسی لیے

\* لیکچرار اسلامیات، باچا خان میڈیکل کالج مردان

\*\* لیکچرار شعبہ شریعہ، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

تمام انسانوں کو اسلام کا قلابہ پہننے کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود اسلام مذہبی آزادی پر یقین رکھتا ہے اور مذہب کے انتخاب میں کسی پر کوئی قدر غن اور پابندی کا روادار نہیں۔ ارشاد باری ہے:

{لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ} (1) دین میں کوئی جبر نہیں۔

افراد معاشرہ کی پر امن بقائے باہمی کے لیے تمام مذاہب کے دینی مقدسات کی رعایت رکھنا سب کے لیے ضروری ہے۔ دنیا کے تمام سماوی اور غیر سماوی مذاہب میں بعض شخصیات، مقامات، عبادات، کتابوں اور تہواروں کو مقدس مانا جاتا ہے جو اس مذہب کے شعائر کہلاتے ہیں۔ یہ تمام مذاہب اپنے اپنے پیروکاروں اور متبعین سے ان شعائر کے احترام اور تعظیم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس نظام سے دشمنی رکھتا ہے، اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اسی نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔ (2)

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جہاں اسلامی شعائر کی تعظیم اور تکریم پر زور دیا وہاں صحابہ کرام اور امت مسلمہ کو دیگر مذاہب کے مقدسات کی اہانت کرنے سے بھی روکا بلکہ اپنے اعمال کے ذریعے مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم اور رعایت کا لازوال سبق دیا۔ زیر نظر مضمون میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم اور رعایت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

### مقدسات کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

مقدسات "مقدسہ" کی جمع ہے جو عربی زبان میں باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اس کا سہ حرفی مادہ قُدَسَ ہے جس کے معنی پاک اور بابرکت ہونے کے ہیں۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں: "والتَّقْدِيسُ: التَّطْهِيرُ وَتَنْزِيهُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَنَحْنُ نَسْبِحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" (3)

1 سورة البقرة: 256-257

2 دیکھئے، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، طبع نم: 1972ء، ج 1 ص 438۔

3 مرتضیٰ الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، تاج العروس من جواهر القاموس، بیروت: دار الہدایۃ، سن،

(تقدیس کے معنی ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاکی اور تنزیہ بیان کرنا، جیسے ارشاد ہے: ”اور ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ اور پاکی بیان کرتے ہیں تیرے لیے۔“)

اصطلاحی طور پر "مقدسات" سے مراد وہ تمام اشیاء لی جاتی ہیں جن کو کسی بھی مذہب میں احترام اور تقدس کا رتبہ حاصل ہو، خواہ ان کا تعلق افراد سے ہو، مذہبی عبادات، تہوار اور رسوم و رواج سے ہو، مذہبی کتب اور مقدس مقامات سے ہو، یا ان مقدس عبادت گاہوں میں انجام پانے والی عبادات سے ہو۔ کسی بھی مذہب کا اپنے مقدسات سے بڑا گہرا رشتہ اور تعلق استوار ہوتا ہے اور اس مذہب کے ماننے والے اور پیروکار ان مقدسات کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں۔

اسلام میں مقدسات کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہیں:

"المقدسات الإسلامية هي كل مكان ثبت بالشرع بركته وطهارته كالمساجد، وعلى رأسها: المسجد الحرام، والمسجد النبوي، والمسجد الأقصى، بل الحرم كله سواء المكّي أو النبوي كذلك من المقدسات الإسلامية." (1)

"مقدسات اسلامیہ سے مراد ہر وہ مکان ہے جس کے باہرکت اور پاک ہونے کی دلیل شریعت سے ثابت ہے جیسے مساجد، اور ان میں سب سے مقدم مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ہیں، بلکہ سارا حرم مقدس ہے خواہ وہ حرم مکی ہو یا حرم مدنی۔"

قرآن کریم میں شام اور فلسطین کی سرزمین کو ارض مقدسہ قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: {يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ} (2) "اے برادران قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔"

امام رازی فرماتے ہیں: "ارض مقدسہ وہ پاکیزہ زمین ہے جو ہر طرح کی آفات سے پاک شدہ ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں: وہ زمین جو شرک سے پاک ہے اور انبیاء کرام کا مسکن ہے۔" (3)

1 لجنة من علماء الحرمين، فتاوى الشبكة الإسلامية، الحرس الوطني السعودي، المملكة العربية السعودية، ج 8 ص 849۔

2 سورة المائدة 21:5۔

3 فخر الدین رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت: دار إحياء التراث العربی، ج 11 ص 332۔

مندرجہ بالا بحث معلوم سے ہوا کہ مقدسات کا اطلاق ان شخصیات، مقامات، کتب اور دیگر اشیاء پر ہوتا ہے جو کسی مذہب میں نہایت محترم اور مقدس تصور کی جاتی ہوں۔ دینی مقدسات کے لیے قرآن کریم اور احادیث نبوی میں عام طور پر "حرمت اللہ" اور "شعائر اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ درج ذیل سطور میں مختصراً ان کا مفہوم ذکر کیا جاتا ہے۔

### "حرمت اللہ" کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

حرمت جمع کا صیغہ ہے اسکا مفرد "حرمة" ہے۔ "حرمة" سے مراد وہ محترم اور محفوظ چیز ہے جس کی ہتک یا پردہ دری کرنا حرام ہو، یا ہر وہ واجب رعایت حق صحبت یا عہد ذمہ داری جس کی ادائیگی ضروری ہو اور اس میں کوتاہی کرنا حرام ہو۔ (1)

"تاج العروس من جواهر القاموس" کے مطابق "الحرمة، الحرمة اور الحرمة کا مطلب "ایسی عزت جو اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کرے، اُس کو ماننا لازم ہو اور اُس کا انکار کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہو اور حرام ہو۔ (2)

حرمت کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے:

"الحکم بطلب ترك فعل ينتهض فعله سببا للعقاب، وهي بذلك ترادف التّحریم أمّا الفعل الذي وقع عليه في ذلك فيسمى حراما ومحظورا۔" (3)

("کسی ایسے کام سے روکنے کا حکم دینا جس کو کرنا سزا کا باعث بنتا ہو، حرمت کہلاتی ہے اور اس معنی میں یہ تحریم کا مترادف ہے اور جس کام پر یہ تحریم واقع ہو اس کو "حرام" یا "محظور" کہتے ہیں۔) ابن قیم جوزی حرمت اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحرمت جمع حرمة، وهي ما يجب احترامه وحفظه من الحقوق والأشخاص، والأزمنة والأماكن، وتعظيمها: توفيتها حقّها وحفظها عن الإضاعة۔" (4)

- 1 دیکھئے: ابن منظور، أبو الفضل محمد بن مكرم بن علي، لسان العرب، بيروت: دار صادر، 1414ھ، ج 12 ص 119-122۔
- 2 مرتضى الزبيدي، تاج العروس من جواهر القاموس، ج 1 ص 159۔
- 3 تھانوی، محمد بن علی، کشف اصطلاحات الفنون، بیروت: مکتبۃ لبنان، الطبعة الأولى 1996، ج 2 ص 129۔
- 4 ابن قیم جوزی، محمد بن ابی بکر، مدارج السالکین، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع: السابعة والعشرون، 1415ھ، ج 2 ص 77۔

"حرمت جمع ہے حرمت کی اور حرمت سے مراد ہر وہ چیز، جگہ، شخص یا زمانہ ہے جس کا احترام اور حفاظت کرنا واجب ہو اور اس کی تعظیم اور احترام کا تقاضا ہے کہ ان کے حقوق کی مکمل رعایت رکھی جائے اور ان کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔"

قرآن کریم میں حرمت اللہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ} (1) "یہ ساری باتیں یاد رکھو، اور جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے تو اس کے حق میں یہ عمل اس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے۔"

اس آیت میں حرمت اللہ سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت مجاہدؒ کے بقول اس سے مراد مکہ مکرمہ، حج، عمرہ اور تمام معاصی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (2) زید بن اسلمؒ کے بقول اس سے مراد پانچ چیزیں ہیں: کعبہ شریفہ، مسجد حرام، بلد حرام یعنی مکہ مکرمہ، شہر حرام یعنی ذوالحجہ اور احرام۔ (3) ابن عاشورؒ فرماتے ہیں: حرمت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی تعظیم کی اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے لہذا یہ تمام مناسک حج اور اس کے علاوہ دیگر چیزوں کو بھی شامل ہیں۔ (4) علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: تعظیم حرمت یہ ہے کہ تمام گناہوں اور حرام کاموں سے پرہیز کیا جائے اس طور پر کہ ان کے ارتکاب کو دل میں بہت بڑا جرم تصور کریں۔ (5)

ابن تیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ لفظ حرمت ان تمام اشیاء کو شامل ہیں جن کا احترام اور حفاظت واجب ہوں خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ یا حقوق العباد سے ہو، اس کا تعلق اشخاص یا

1 سورة الحج 22:30-

2 طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مکة المكرمة: دار الترتیب والترتیب، ج 18 ص 617-

3 زنجشیری، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار اللہ، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، بیروت: دار الکتاب

العربی، الطبعة الثانیة 1407ھ، ج 3 ص 154-

4 ابن عاشور، محمد طاهر بن محمد، التحریر والتتویر، تونس: الدار التونسیة للنشر 1984ھ، ج 17 ص 252-

5 ابن کثیر، ابو الفداء اسمعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، محقق: سامی بن محمد سلامة، بیروت: دار طیبہ للنشر والتوزیع، الطبعة

الثانیة 1420ھ، ج 5 ص 419-

افراد سے ہو یا زمان و مکان سے ہو۔ ان کی تعظیم یہ ہے کہ ان کا حق پورا پورا ادا کیا جائے اور ان حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔" (1)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ذکر کردہ تمام چیزیں حرمت اللہ کے مفہوم میں داخل ہیں اور تمام کے تمام اقوال کو جمع کرنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ یہی زیادہ مناسب اور بہتر صورت ہے۔

### شعائر اللہ کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

"شعائر" عربی زبان میں جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا مفرد "شعبۃ" ہے جبکہ بعض اہل لغت کے نزدیک اس کا مفرد "شِعَارَةٌ" ہے۔ (2) اس کا سہ حرفی مادہ "ش ع ر" ہے۔ ثلاثی مجرد میں یہ باب نَصَرَ اور كَرَّمَ سے مستعمل ہے۔ (3)

شعائر کا اصطلاحی مفہوم بھی اس کے قریب قریب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"شعائر سے مراد وہ ظاہری اور محسوس امور ہیں جو اللہ کی عبادت کے واسطے بنائے گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت کے ساتھ اس طرح منسلک ہو گئے کہ ان شعائر کی تعظیم اب اللہ کی تعظیم تصور کی جاتی ہے اور ان کی تعظیم میں کمی کو تاہی اللہ کے حق میں کمی کو تاہی تصور ہوتی ہے اور یہ باتیں لوگوں کے دلوں میں اس قدر جاگزیں ہوئی ہیں کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی یہ باتیں ان سے نہیں نکل سکتیں۔" (4)

مولانا مودودی شعائر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- 1 ابن القیم، مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد و ایاک نستعین، محقق: محمد المعتمد باللہ البغدادی، بیروت: دارالکتب العربی، الطبعہ الثالثہ، 1416ھ، ج2 ص73۔
- 2 زین الدین، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القاهر، مختار الصحاح، ج1 ص165 / مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جوہر القاموس، ج12 ص191۔
- 3 مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جوہر القاموس، ج12 ص175۔
- 4 شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت، لبنان: داراللییل، 2005ء، ج1 ص133۔

"ہر وہ چیز ہے جو کسی قوم قبیلے، ملک، مسلک یا عقیدے، طرز فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو۔ وہ اس کا شعار کہلائے گی، کیونکہ وہ اس کے لیے علامت اور نشانی کا کام دیتی ہے۔" (1)

قرآن کریم میں چار مقامات پر لفظ شعائر اللہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ (2) ان آیات میں شعائر اللہ سے کیا مراد ہے؟ حرمت اللہ کے مفہوم میں جس طرح مختلف اقوال ہیں اسی طرح شعائر اللہ کے مفہوم میں بھی پانچ اقوال ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک "شعائر اللہ" سے مراد پورے کا پورا دین اسلام ہے۔ (3) امام ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"دین اسلام کی تمام علامات کو شامل ہے اور یہ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں یعنی دین اسلام کے مجملہ فرائض و حدود اور اس کی دیگر نشانیاں۔ لہذا ان تمام حدود سے تجاوز کرنا یا ان فرائض میں کمی، کوتاہی کرنا حرام ہے۔ اس طرح آیت کا مفہوم ان تمام معانی کو شامل ہو گا جو علمائے سلف سے منقول ہیں۔" (4)

### دینی مقدسات کی اہمیت اور ضرورت

انسانی زندگی میں مذہب کی وہی اہمیت ہے جو روح کی جسم میں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے انسانوں کو صحیح مذہب کی جانب راہنمائی کا بندوبست فرمایا۔ دنیا کا کوئی بھی بڑا مذہب بنیادی طور دو چیزوں سے عبارت ہوتا ہے: اعتقادات اور عبادات۔ اعتقادات اور عبادات ہر دو کی تعظیم اور تقدس کو بھی شروع ہی سے تمام اہل مذہب نے ضروری قرار دیا ہے، کیونکہ انسان کسی عقیدے کو اس وقت ہی اختیار کرتا ہے یا کسی بھی عملی مشقت کو کرنے پر وہ تب ہی آمادہ ہوتا ہے جب اس کی نظر میں اس عقیدے، نظریے یا عمل کی کوئی اہمیت اور فائدہ ہو۔ اس طرح انسانی زندگی میں

1 مودودی، تفہیم القرآن، ج 1 ص 438۔

2 سورة البقرة: 158 / سورة المائدة: 2 / سورة الحج: 22:32۔

3 ابو حیان، محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان آشیر الدین الأندلسی، المحرر المحیط فی التفسیر، بیروت: دار الفکر،

1420ھ، ج 2 ص 62۔

4 جصاص، احمد بن علی ابو بکر الرازی، احکام القرآن، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ، ج 3 ص 291۔

مختلف عقائد، عبادات اور ان سے جڑی مقامات اور دیگر رسوم و رواج کو احترام کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اور انہیں چیزیں کو ہم مذہبی مقدسات یا شعائر کہتے ہیں۔

مذہبی احکامات پر عمل کرنے اور نواہی سے اجتناب کرنے کے اعتبار سے تو کسی بھی مذہب کے پیروکار مختلف درجات میں تقسیم نظر آتے ہیں لیکن اپنے مذہب کے شعائر اور مقدسات کی تعظیم کے حوالے سے عموماً تمام اہل مذہب یکساں ہوتے ہیں یا اس حوالے سے ان میں بہت ہی کم فرق ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جب عملی اعتبار سے ایک کم درجے کے مسلمان کے لیے مذہبی شعائر کی توہین کو برداشت کرنا ممکن نہیں رہا۔

در حقیقت مذہب کی بنیاد ہی تعظیم اور تقدس پر ہوتی ہے۔ جس معاشرے میں مذہبی مقدسات اور شعائر کی تعظیم اور تقدس کا خیال نہ رکھا جائے وہاں مذہب کی اہمیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

"اعلم أن مبني الشرائع على تعظيم شعائر الله تعالى، والتقرب بها إليه تعالى، وذلك لما أومأنا إليه من أن الطريقة التي نصبها الله تعالى للناس هي محاكاة ما في صقع التجرد بأشياء يقرب تناولها للبهيمية" (1)

جان لینا چاہیے کہ تمام شرائع کا مدار شعائر اللہ کی تعظیم پر اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے پر ہے۔ (یعنی شعائر اللہ کا وجود اور ان کی اہمیت صرف شریعت اسلام ہی میں نہیں ہیں بلکہ سابقہ تمام سماوی ادیان میں شعائر اللہ کا وجود رہا ہے) اور اس کی وجہ وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کہ جو طریقہ اللہ نے انسانوں کے لیے مقرر کیا ہے وہ اس چیز کی مشابہت پیدا کرنا ہے جو تجرد کی جانب میں ہے (یعنی ملائکہ کے احوال اپنے اندر پیدا کرنا ہے) ان اعمال کے ذریعے جن کو اختیار کرنا بہیمیت (انسانوں) کے لیے آسان ہو۔ (اس طرح رفتہ رفتہ آدمی ملائکہ سے مشابہ ہو جائے گا جو انسانیت کی معراج کمال ہے۔)

### اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں مذہبی مقدسات کے احترام کا تصور

دنیا کے ہر مذہب بالخصوص آسمانی مذاہب میں مذہبی مقدسات کا تصور موجود ہے۔ آسمانی مذاہب میں خداوند تعالیٰ، نبی اور رسول اور مقدس کتابوں کو ہر قسم کی تنقید اور توہین سے مبرا سمجھا جاتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق دنیا کے بیشتر معاشروں میں مذہبی مقدسات کی توہین کو جرم سمجھا جاتا ہے اور مذہبی مقدسات سے متعلقہ "بلاس فیملی لاء" کسی نہ کسی صورت میں نافذ العمل ہے۔<sup>(1)</sup>

زمانہ قدیم میں مذہبی مقدسات کو جس قدر احترام اور عزو شرف کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے آج کی دنیا میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ آج مغربی دنیا جمورابی کے قانون کو دنیا کا سب سے قدیم ترین قانون قرار دیتی ہے۔ جمورابی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً پونے دو ہزار سال قبل گزرے ہیں اور بعض محققین اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر، نمرود بن کنعان قرار دیتے ہیں۔ جمورابی قانون کے دو سو بیاسی (282) دفعات میں سے ایک دفعہ الزام تراشی اور بہتان کا ہے، جس کے لئے سخت سے سخت سزا تجویز کی گئی تھی۔ اس تحریری مجموعہ قوانین کے بعض دفعات آسمانی شریعتوں کے احکامات سے متاثر اور ماخوذ دکھائی دیتے ہیں۔<sup>(2)</sup>

جمورابی کے قوانین میں درج بہتان اور الزام تراشی کی سخت سے سخت سزا کا اندازہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات اور واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔ نمرود بن کنعان کے دور حکومت میں جب بت پرستی کا دور دورہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور معبودان باطلہ کی بے بسی بیان کی کہ:

"اے میرے باپ! کیوں ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔"<sup>(3)</sup>

تو ابراہیم علیہ السلام کی یہ باتیں اپنی قوم کے لیے ناقابل برداشت تھیں اور سزا کے طور پر ابراہیمؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی، قرآن مجید میں اس کی دھمکی ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے؛

1 <https://www.britannica.com/topic/blasphemy>. (Retrieved: 25-08-2014)

2 غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات فقہ، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، طبع: 2005ء، ص 14۔

3 سورة مریم: 44۔

{يَا اِبْرَاهِيْمُ لَنْ نَمُنَّ بِكَ لَنْ نُنْفِقَ لَكَ زَيْنًا وَاهْجُرِيْنَا مَلِيًّا} (1) "اے ابراہیم اگر تو باز نہ آیا تو پتھروں سے مار ڈالوں گا اور ایک لمبی مدت کے لئے مجھ سے دور ہو جا۔"

اس واقع سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کے زمانے میں اس سے پہلے کے ادوار اور شرائع میں مذہبی مقدسات کی توہین پر سخت سزاؤں کا تصور موجود تھا اور اسی لیے ابراہیمؑ کو بتوں کی توہین پر آگ میں ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا۔

یہاں یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام توہین مقدسات کے مرتکب ہوئے تھے کہ ان کو رجم کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنے کا مقصد اپنی قوم کے سامنے ان بتوں کی بے بسی اور حقیقت کو آشکارہ کرنا تھا کہ جن بتوں کی آپ لوگ عبادت کرتے ہو وہ اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تو یہ تمہارا کیا جھلا کر سکتے ہیں اور اسی لیے آپ نے سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر کلباڑا اس کی گردن میں لٹکا دیا۔ لہذا آپ کا مقصد صرف اپنی قوم کو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنا اور بتوں کی حقیقت کو ان پر واضح کرنا تھا۔

اسی طرح نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو فح مکہ کے موقع پر جب مکہ پر مکمل تسلط حاصل ہو گیا تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے سارے بت پاش پاش کر دیئے کیونکہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا وہ گھر تھا جس کی بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر رکھی تھیں لیکن بعد میں لوگوں نے وہاں بتوں کی عبادت شروع کر دی۔ لیکن توہین مقدسات کا سوال یہاں نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس گھر کی بنیاد ہی اللہ کی توحید پر رکھی گئی تھی اس لیے وہاں سے شرک کو ختم کرنا ضروری تھا۔ لیکن اگر غیر مسلم اقوام کی کوئی عبادت گاہ آغاز سے ہی ان کے لیے تعمیر کی گئی ہو تو اسلام اس کو مٹانے کا حکم نہیں دیتا۔

### قدیم ایران میں مذہبی مقدسات کی حرمت

ایران دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے اور بلاشبہ اس کی تاریخ ہزاروں سال قدیم ہے۔ ایران کے نظام عدل و انصاف میں تین قسم کے افعال کو جرم قرار دیا گیا تھا:

1. وہ جرم جو خدا کے خلاف ہوں یعنی جب کوئی شخص مذہب سے بیزاری اور عقائد میں بدعت پیدا کرے۔
  2. بادشاہ کے خلاف جرم، جب ایک شخص بغاوت یا غداری کرے یا لڑائی میں میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔
  3. وہ جرائم جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں جیسے چوری، رہزنی، ہتک ناموس کی سزا۔ پہلی اور دوسری قسم کے جرائم یعنی الحاد، غداری اور بغاوت کی سزا فوری موت تھی اور تیسری قسم کے جرائم بعض صورتوں میں جسمانی عقوبت اور بعض میں موت ہوتی تھی۔<sup>(1)</sup>
- اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مذہبی مقدسات کی توہین قدیم سے قدیم تہذیبوں میں بھی ایک بڑا جرم تصور کیا جاتا تھا اور ایسا کرنے والے شخص کو غداری اور بغاوت جیسے سنگین جرائم کرنے والوں کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر سزائیں دینے کا رواج تھا۔

### یہودیت میں مذہبی مقدسات کی توہین کی ممانعت

یہودیوں کی بنیادی مذہبی کتاب تورات ہے۔ جو موجودہ دور میں عہد نامہ قدیم کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ تالمودان کی شریعت ہے جس میں فقہی احکام درج ہیں۔ یہودی لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں بھی بعض مذہبی مقدسات کی توہین کو جرم سمجھا جاتا ہے اور ان جرائم پر سزاؤں کا اطلاق ہوتا ہے۔

"Encyclopedia of Religion" کے مطابق یہودیت میں توہین مذہب کی حسب ذیل چار

صورتیں ہیں<sup>(2)</sup>

1. خدا کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا۔
2. خدا کا نام غیر حقیقی اور غیر قانونی استعمال کرنا یا اس کی تحریری صورت بگاڑنا۔
3. خدا کی شان میں واہیات بکنا۔

1 ازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، طبع چہارم، 1420ھ، ج 1 ص 96۔

2 Thomson Gale, Encyclopedia of Religions, New York. 2nd Edition, 2:968.

4. ایسا انداز اختیار کرنا جو یہودیوں کے خدا کی رسوائی کا سبب بنے۔

تورات کی تیسری کتاب احبار کی رو سے جو شخص خداوند تعالیٰ کی ذات پر برا بھلا کہے، اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (1) تورات کی کتاب "سلاطین اول" میں بھی خداوند تعالیٰ کی توہین کرنے والے کو سنگسار کا حکم دیا گیا ہے۔ (2)

یہود کے لئے یوم السبت (ہفتہ کا دن) انتہائی متبرک دن تھا کیونکہ اللہ کے حکم سے اس دن وہ لوگ تمام دنیاوی مصروفیات چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ تورات کی دوسری کتاب خروج (Exodus) میں اس دن کی بے حرمتی پر قتل اور ملک بدری کی سزائیں ذکر کی گئی ہیں جس کی تائید قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیات 65، 66 سے بھی ہوتی ہے۔ بائبل میں ایسے گستاخوں کی سزا ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے:

- "لہذا سبت کو مانو کیونکہ یہ تمہارے لئے مقدس ہے اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے اور جو کوئی اس دن کوئی کام کرے، اپنی قوم سے خارج کیا جائے۔
- چھ دن کا کام کیا جائے لیکن ساتوں دن آرام کا سبت ہے خداوند کے لئے مقدس ہے جو شخص سبت کے دن کوئی کام کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔" (3)

اس سے معلوم ہوا کہ یہودیت میں بھی مذہبی مقدسات کی تحقیر اور گستاخی قابل سزا جرم ہے اور ایسے مجرموں کے لیے سزائے موت اور سنگسار کرنے کے احکامات موجود ہیں۔

### عیسائیت میں مذہبی مقدسات کی توہین پر سزائوں کا تصور

عیسائیت کی مذہبی روایات میں توہین (Blasphemy) سے مراد مقدس اقدار اور عقائد کے خلاف بدزبانی ہے اور اسے بڑے بڑے جرائم کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ اسے خدا سے بغاوت کا

1 کتاب مقدس، احبار 24:16۔

2 کتاب مقدس، سلاطین 1، 21:10۔

3 کتاب مقدس، سفر خروج 22:28۔

نام بھی دیا جاتا ہے۔ "Encyclopedia of Religion" کی رو سے بلاس فیمنی کا تصور شریعتِ موسوی سے عیسائیت میں وارد ہوا ہے:

"Christendom's concept of blasphemy derived from the Mosaic injunction of exodus 22:28, which declares, you shall not revile God."<sup>(1)</sup>

("دنیاۓ مسیحیت میں توہین (Blasphemy) کا تصور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس حکم سے منتقل ہوا ہے جو کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۲۸ میں ذکر کیا گیا ہے؛ تم لوگ خدا کی شان میں بدگوئی اور بدکلامی نہیں کرو گے۔)

بائبل جو دراصل تورات اور انجیل مقدس کے مجموعے کا نام ہے، میں کئی مقامات پر خداوند تعالیٰ، نبی، رسول اور دیگر مذہبی مقدسات کی توہین کو ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔ انجیل متی میں روح القدس کی توہین کو دونوں جہانوں میں ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

"اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہیں کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم اس کے برخلاف بات کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی روح القدس کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہیں کی جائے گی نہ اس عالم میں نہ آنے والے میں۔" (2)

اسی طرح انجیل لوقا (3) میں بھی توہین پیغمبر کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے: جو کوئی ابن آدم کے خلاف کچھ کہے گا، اسے بخش دیا جائے گا لیکن جو پاک "روح" کے خلاف کفر بکے گا اسے نہیں بخشا جائے گا۔ (4)

1 Thomson Gale, Encyclopedia of Religions, New York. 2nd Edition, 2:970

2 کتاب مقدس، انجیل متی 12:11-13-32۔

3 انجیل لوقا (Luke) 24 ابواب پر مشتمل ہے۔ لوقا ایک طبیب تھا جو کئی بار پولس رسول کا ہمسفر رہ چکا تھا۔ اس نے یہ انجیل غالباً 20 تا 25 میلادی کے دوران ایک معزز یونانی شخص تھیفلس کے لئے تحریر کی۔ لوقا نے اس انجیل میں خداوند یسوع کو دنیا کے نبی اور کامل انسان کے طور پر پیش کیا ہے۔

4 کتاب مقدس، انجیل لوقا 22:10۔

## مذاہب عالم کے مقدسات سیرت طیبہ کی روشنی میں

موضوع سے متعلق اہم اور تمہیدی نکات کے بعد درج ذیل سطور میں اسلام اور دیگر مذاہب کے مقدسات کی تکریم اور رعایت پر سیرت طیبہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصے میں سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی مقدسات اور شعائر اللہ کی حرمت کو زیر بحث لایا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے مقدسات کی تکریم و رعایت پر بحث شامل ہے۔

نبی کریم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دین اسلام کے شعائر اور حرمت اللہ کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے کوئی بدلہ نہ لیا لیکن جب کسی نے حرمت اللہ کی توہین کی تو آپ نے رحمتہ للعالمین ہونے کے باوجود اسے معاف نہیں کیا۔ احادیث اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ذیل میں چند واقعات بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں:

1. کعب بن اشرف مدینہ منورہ میں یہود کے قبیلہ بنو نضیر کا ایک سردار تھا جو ہر وقت نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد اس نے آپ ﷺ کی شان میں بہت برا بھلا کہا اور قریش مکہ کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف برا بھلا کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کے حکم پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اسے قتل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سمیت حدیث کی کئی کتب میں موجود ہے۔<sup>(1)</sup>
- طبقات ابن سعد میں اس بات کی بھی صراحت موجود ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کا بنیادی سبب نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا اور ہجو یا نہ شاعری کرنا تھا۔<sup>(2)</sup>

1 بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، حدیث نمبر: 4037-5 ج 90 / مسلم، ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، دار طوق النجاة، 1425ھ، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف، حدیث نمبر: 1801، ج 3 ص 1425۔

2 ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، محقق: احسان عباس، بیروت: دار صادر، 1968ء، ج 2 ص 32۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: امام شافعی نے کعب بن اشرف کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذمی شخص اگر سب نبی کا مرتکب ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔<sup>(1)</sup>

2. امام شعبی نے حضرت علی رضی اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودیہ عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ کی شان میں ہجو کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا دبوچ کر اسے قتل کر دیا۔ جب آپ ﷺ کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دیا۔<sup>(2)</sup>

امام احمد بن حنبل نے ذمی شاتم رسول کے قتل پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس حدیث سے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جید ہے کیونکہ امام شعبی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور ان سے شراہہ ہدانیہ کی حدیث بھی روایت کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کی عمر بیس سے کچھ اوپر تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی شعبی عن علی رضی اللہ عنہ کی روایات نقل کی ہیں اور اگر اس روایت کو مرسل بھی مانا جائے تب بھی مراسیل امام شعبی سب کے سب صحیح ہیں۔<sup>(3)</sup>

3. اسی طرح کا ایک اور واقعہ عمیر بن امیہ کی بہن کا ہے۔ جو مشرکہ تھی اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ اس پر ایک دن عمیر بن امیہ نے اسے قتل کر دیا اور آپ ﷺ نے اس کا خون بھی ہدر قرار دیا تھا۔<sup>(4)</sup>

- 
- 1 ابن تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم، الصارم السلول علی شاتم الرسول، محقق: محمد محی الدین عبد الحمید، المملكة العربیة السعودیة: الحرس الوطنی السعودی، سن، ج 1 ص 70۔
  - 2 ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی، السنن، صیدا، بیروت: المکتبۃ العصریة، کتاب الحدود، باب الحكم فی من سب النبی ﷺ، حدیث نمبر: 4362، ج 4 ص 129۔
  - 3 ابن تیمیہ، الصارم السلول علی شاتم الرسول، ص 61۔
  - 4 طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، باب عمیر بن امیہ، حدیث نمبر: 124، ج 17 ص 64۔

4. ابو عتک نامی ایک یہودی شخص تھا جس کی عمر ایک سو بیس سال سے زائد تھی۔ غزوہ بدر کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں ہجو کی جس پر حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ (1)

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابو عتک یہود کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھتا تھا اور یہود کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ بھی تھا لیکن اس کے باوجود اسے قتل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ذمی اور معاہدہ بھی اگر شان رسالت میں گستاخی کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ (2)

5. مسند عبد الرزاق میں حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی شان میں برا بھلا کہا اور گستاخی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے اس دشمن کا کام تمام کر دے؟ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں! پھر آپ نے تلوار اٹھائی اور اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے اور جا کر اس کو قتل کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا مال و متاع حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔" (3)

6. کتب سیرت میں ایک اور مشہور واقعہ فتح مکہ کے دن کا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس دن اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا لیکن چار مردوں اور دو عورتوں سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ جس جگہ ملیں ان کو قتل کر دیا جائے، چاہے یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے ہوں۔ وہ لوگ یہ تھے: عکرمہ بن ابو جہل، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صباہ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اور ابن خطل کی دو لونڈیاں جو نبی کریم ﷺ کے خلاف ہجو یہ گیت گایا کرتی تھیں۔ (4)

1 واقدی، محمد بن عمر بن واقد السهمی، المغازی، بیروت: دارالاعلیٰ، الطبعة الثانیة، 1989ء، ج 1 ص 174-175۔

2 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 2 ص 29۔

3 ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، المجلس العلمی، البند، الطبعة الثانیة، 1403ھ، باب من سب النبی ﷺ کیف یصنع به، حدیث نمبر: 9704، ج 5 ص 307۔

4 اکثر روایات میں چار مرد اور دو عورتوں کا تذکرہ ہے جبکہ بعض روایات میں نو افراد کا ذکر بھی ہے جیسے زاد المعاد میں ہے۔ دیکھئے: ابن قیم الجوزیة، زاد المعاد فی حدی خیر العباد، ج 3 ص 362۔

7. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا تھا، تو آپ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا: جس شخص نے اللہ عزوجل یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو گالی دی تو اس کو قتل کر دو۔ پھر آگے حضرت مجاہد ابن عباس سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ یا رسول ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں برا بھلا کہے تو اس نے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور یہ ارتداد ہے، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور اگر وہ رجوع نہ کرے تو اسے قتل کر دو، اور جو بھی معاہد اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے تو اس نے نقض عہد کیا لہذا اس کو قتل کر دو۔" (1)

8. اسی طرح قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتابوں کی تعظیم کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کریم کی بے حرمتی سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے صحف قرآن کے ساتھ دشمنوں کے علاقے کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس بات کا خدشہ ہے کہ وہاں کوئی مشرک یا کافر قرآن کریم کی بے حرمتی کا مرتکب نہ ہو۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ" (2)

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمنوں کی سرزمین کی جانب قرآن کریم کو لے جانے سے منع فرمایا ہے۔"

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ صحف قرآن کی حفاظت اور اس کا احترام کرنا واجب ہے۔ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے نعوذ باللہ صحف کو کسی

1 ابن قیم، زاد المعاد فی خیر العباد، 5/55/ ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ج 1 ص 201۔

2 بخاری، الجامع الصحیح، باب السفر بالمصحف الی ارض العدو، حدیث نمبر: 4990، ج 4 ص 56/ مسلم، الجامع الصحیح،

باب النہی ان یراف بالمصحف الی ارض الکفار، حدیث نمبر: 1869، ج 3 ص 1490۔

کوڑے وغیرہ میں پھینک دیا تو پھینکنے والا اس وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں کہ مصحف کو تکیہ بنانا حرام ہے بلکہ کسی بھی علم کی کتاب کو تکیہ بنانا حرام ہے۔" (1)

ان تمام واقعات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں نبی کریم ﷺ اور دیگر شعائر اسلام کی حرمت اور احترام کا پاس رکھنا نہ صرف اسلامی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی ان محرمات کی توہین کی کسی صورت اجازت نہیں اور ان کی توہین کرنے والے شخص کی سزا قتل ہے۔

### اسلام میں غیر مسلم اقوام کے مقدسات کی تکریم اور رعایت

اس سلسلے میں سب سے بنیادی بات یہ زیر نظر رہنی چاہیے کہ اسلام جہاں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے وہیں وہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی مکمل پاسا ہے۔ بطور انسان معاشرے میں جو حقوق ایک مسلمان کو حاصل ہیں وہی غیر مسلم اقلیتوں کو بھی حاصل ہیں اور ان میں کسی کافر اور مسلم کی تفریق نہیں۔ مذہبی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور اسلام نے بہت واضح الفاظ معاشرے کے تمام افراد کے لیے اس آزادی کا اعلان کیا ہے۔ مذہب کے معاملے میں اسلام کسی طور پر بھی جبر واکراہ سے کام نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور دانائی کی دولت سے نوازا ہے تاکہ وہ برے اور بھلے میں تمیز کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کو حق بات کی طرف راہنمائی کر سکیں لیکن کسی بھی سطح پر اس میں جبر واکراہ کی اجازت نہیں کہ ہر شخص آزادانہ طور پر ہر مسلک اور مذہب کو اپنانے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ اسے کسی مسلک و مذہب کے اپنانے پر مجبور کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ} (2) "دین کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں ہے، ہدایت اور ضلالت واضح ہو چکی ہے۔"

1 نووی، أبوزکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف، التبیان فی آداب حملۃ القرآن، بیروت: دار ابن حزم للطباعة والنشر

والتوزیع، ص 108-

2 سورة البقرة: 265-

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اسلام میں دیگر مذاہب کے مقدسات کی خاصی رعایت رکھی گئی ہے اور مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے مقدسات کی توہین سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ } (1)

"اور (اے مسلمانو!) جن (جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا کہنے لگیں۔"

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ سے نقل کیا ہے:

"حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے کہا اے محمد! تم

ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم بھی تمہارے معبود کی جھو

کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتوں کو برا بھلا کہنے سے روک دیا کہ وہ

لوگ حد سے تجاوز کر کے جہالت میں اللہ تعالیٰ کو برا بھلا نہ کہہ بیٹھیں۔" (2)

مذاہب عالم کے مقدسات سے متعلق اسلام کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے جو قرآن کریم میں بھی

جگہ جگہ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَدَّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا } (3)

"اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں

اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی

جاتیں۔"

صومعہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں راہب اور سنیا سی اور تارک الدنیا فقیر رہتے ہوں۔ بیعہ کا لفظ

عربی زبان میں عیسائیوں کی عبادت گاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صلوات سے مراد یہودیوں کے نماز

1 سورة الانعام: 108-

2 طبري، أبو جعفر محمد بن جرير، جامع البيان في تأويل القرآن، مكة المكرمة: دار التربية والتراث، ج 12 ص 34-

3 سورة الحج: 40-

پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہودیوں کے ہاں اس کا نام صلوتا تھا جو آرامی زبان کا لفظ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا ایک بڑا مقصد یہ بھی بیان کیا کہ جہاد اس لیے مشروع ہوا ہے کہ روئے زمین پر خانقاہیں، کلیسیائیں، گرجے، مساجد اور دیگر شعائر اللہ کی حفاظت کرنا ہے اور ان کو کسی قسم کی تباہی اور توہین سے محفوظ رکھنا ہے۔

آیت پر غور کرنے سے یہ بات نہایت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اسلام کی نظر میں تمام مذاہب کی عبادت گاہیں مقدس ہیں اور ان کی حفاظت کرنا اور تکریم و رعایت رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مفسرین کرام کے مطابق اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جہاد کا مقصد یہ نہیں ہے کہ دیگر مذاہب کے مقدسات اور عبادت گاہوں کو مسمار کیا جائے بلکہ درحقیقت ان کی حفاظت کرنا ہے۔

چنانچہ مذہبی مقدسات کی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو ان کو نصیحت کرتے: "وَلَا تَحْرِفُوا كَنِيْسَةً، وَلَا تَعْفَرُوا نَخْلًا" (1) یعنی کوئی کنیسہ جلاؤ نہ کوئی درخت کاٹو۔ اسلام کی جانب سے ذمیوں کو عطا کردہ حقوق میں مذہبی آزادی کا حق سرفہرست ہے۔ کسی بھی دین اور مذہب سے تعلق رکھنے والا شخص اپنے مذہب اور عقیدہ پر کاربند رہ سکتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور بعد کے ادوار میں نہ صرف اہل کتاب کو اپنے مذہب پر باقی رہنے کی اجازت دی گئی بلکہ انہیں اپنے تمام مذہبی شعائر اور عبادت گاہوں کو بجالانے کی اجازت بھی دی گئی بس اس شرط کے ساتھ کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں مغل نہ ہوں۔

اہل نجران کے ساتھ طے پانے والے معاہدہ میں نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ اور دیگر مذاہب والوں کو مکمل مذہبی آزادی دی، ان کے گرجوں عبادت خانوں اور خانقاہوں کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی اور یہ معاہدہ کر لیا کہ ان کے پادریوں اور راہبوں کو ان کے طریق عبادت اور پیشوں سے نہیں ہٹایا جائے گا نہ ان کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی۔ آپ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا:

"ولنجران وحاشيتهم جوار الله و ذمة محمد النبي رسول الله علي انفسهم  
وملتهم و ارضهم و امواهم و غائبهم و شاهدهم و بيعهم و صلواتهم لا

یغبروا اسقفاعن اسقفیتہ ولا راہبا عن رهبانیتہ ولا واقفا عن و قفانیتہ وکل

ما تحت ایدیہم من قلیل اوکثیر۔" (1)

"نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ حاصل ہے۔ ان کی جانیں، ان کی شریعت، زمین، اموال، حاضر و غائب اشخاص، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رهبانیت اور کسی صاحب منصب کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس معاہدے کی تجدید کی اور نجران کے نصاریٰ اور دیگر باشندوں کو وہی تمام حقوق دیئے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں عطا کیے تھے۔ (2)

"تاریخ النجیس فی احوال النفس النفیس" کے مصنف نے غزوہ خیبر کے احوال و واقعات میں بھی نقل کیا ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر جب صحابہ کرام یہود کے غنائم جمع کر رہے تھے تو اس وقت بعض صحابہ کرام کو یہود کے مقدس صحیفوں کے کچھ اوراق مل گئے۔ انہوں نے وہ اوراق نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں پیش کیے۔ بعد میں جب یہود آئے اور انہوں نے وہ صحیفے مانگ لیے تو نبی کریم ﷺ نے وہ صحائف ان کے حوالہ کر دیئے۔ (3)

"تاریخ الیہود فی بلاد العرب" کے مصنف ڈاکٹر اسرائیل نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ 70 قبل مسیح میں جب روم کے بادشاہوں نے یروشلم پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے یہود کے مقدس صحیفے جلا دیئے اور پاؤں سے روند ڈالے۔ اسی طرح جب عیسائیوں نے اندلس پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے تورات کے صحیفے جلا دیئے۔ لیکن غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمانوں نے نہ صرف یہود کے

1 ابن سعد، الطبقات الکبری، باب وفد نجران، ج 1 ص 358۔

2 محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، بیروت: دار النفا، طبع 1407ھ، ص 191

3 حسین بن محمد بکری، تاریخ النجیس فی احوال النفس النفیس، بیروت: دار صادر، ج 2 ص 55۔

مقدس صحیفوں کو نہایت تقدس اور احترام کے ساتھ محفوظ رکھا بلکہ جب یہودیوں نے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے وہ صحیفے واپس بھی کر دیئے۔<sup>(1)</sup>

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب مسیلمہ کذاب کے لیے لشکر تشکیل دے رہے تھے تو ان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"تم ایسے لوگوں پر سے گزرو گے جو گر جاگھروں میں عبادت کر رہے ہوں گے، ان کے خیال میں وہ اللہ کے لیے راہبانہ زندگی گزار رہے ہیں، پس تم ان کو ان کے حال پر رہنے دو اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کرنا"<sup>(2)</sup>

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں اہل عانات کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا۔ اس معاہدے میں یہ شقیں شامل تھیں کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔ وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔<sup>(3)</sup>

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے طول و عرض میں وسیع علاقہ آچکا تھا اور مختلف اقوام و مذاہب کے لوگ آپ کی رعایا میں شامل تھے۔ آپ کے دور میں ذمی رعایا کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، ان کی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ حاصل تھا اور وہ آزادانہ طور پر اپنی مذہبی عبادت بجا لاسکتے تھے۔ بقول شبلی نعمانی رحمہ اللہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب روم و فارس کے ممالک کو زیر نگین کیا تو (وہاں کے عیسائیوں اور یہودیوں) کی حالت دفعۃً بدل گئی۔ جو حقوق

1 ڈاکٹر اسرائیل، تاریخ الیہود فی بلاد العرب، مصر: مطبعة الاعتماد، طبع: 1937ء، ص 183۔

2 واقدی، محمد بن عمر بن واقد السحیمی، فتوح الشام، دار الکتب العلمیة، الطبعة الأولى 1417ھ، ج 1 ص 8۔

3 محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السياسية، وثيقة 298 ص 323۔

2 امام ابو یوسف، کتاب الخراج، بیروت: المكتبة الأزهرية للتراث، ص 145۔

ان کو دیئے گئے اس کے لحاظ سے گویا وہ رعایا نہیں رہے بلکہ اس قسم کا تعلق رہ گیا جیسا دو برابر کے معاہدہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔" (1)

سن 15 ہجری میں بیت المقدس کے فتح کے موقع پر اہل ایلیاء کے ساتھ آپ کا ایک تاریخی معاہدہ ہوا جو اکثر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ اس معاہدے کی رو سے وہاں کے رہنے والوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی اور ان کے گرجا گھروں کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرنے کا معاہدہ طے ہوا۔ اس معاہدے کا متن درج ذیل ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما أعطى عبد الله عمر أمير المؤمنين أهل إيلياء من الأمان، أعطاهم أماناً لأنفسهم وأموالهم، ولكنائسهم وصلبانهم، وسقيمها وبريئها وسائر ملتها، أنه لا تسكن كنائسهم ولا تخدم، ولا ينتقص منها ولا من حيزها، ولا من صليبهم، ولا من شيء من أموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار أحد منهم." (2)

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایلیاء کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، ان کے مال، ان کے گرجا، صلیب، تندرست اور بیمار اور تمام اہل مذہب والوں کے لیے ہے اس طرح پر کہ ان کے کنیسوں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں کچھ کمی اور نقصان کیا جائے گا۔ ان کے دین کے معاملے میں ان پر کسی قسم کا جبر اور اکراہ نہیں ہوگا اور نہ ان میں سے کسی کو تکلیف اور نقصان پہنچایا جائے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس مذکورہ بالا معاہدے میں صراحت کے ساتھ اس بات کا اعلان موجود ہے کہ اسلامی سلطنت کے اندر رہنے والے دیگر اہل مذاہب اور ان کے معابد و کنائس اور مکمل آزادی کو تحفظ حاصل ہوگا۔ گرجے اور چرچ کی نسبت تو نہایت تفصیل سے لکھا گیا کہ نہ توڑے جائیں گے، نہ ان کی عمارت کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے احاطوں

1 شلی نعمانی، الفاروق، الفیصل ناشران و تاجران کتب، طبع: 2002ء، ص 261۔

2 طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن بزید، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، بیروت: دار التراث، ج 3 ص 609۔

میں دست اندازی کی جائے گی۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں صرف اسلامی شعائر کی حرمت کا تصور موجود نہیں بلکہ ہر مذہب کے رہنے والوں کے شعائر اور مقدسات کی حرمت کو اسلام میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اس معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح ہے کہ ولا یکرہون علی دینہم عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے صلیب دے کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا اس لیے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پائیں گے۔ یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑے تھے اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدوتھے تاہم ان کے لیے یہ رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل سکتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں ان کو امن حاصل ہو گا اور ان کے گرجاؤں اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت المقدس کے عیسائی اگر یہ چاہیں کہ وطن سے نکل کر رومیوں سے جا ملیں تو اس پر بھی ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا بلکہ ان کے گرجا وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں سب محفوظ رہیں گے۔ کیا کوئی قوم، مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھ کر انصافانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟" (1)

عصر حاضر میں توہین مقدسات کے سلسلے میں پاکستان اور ترکی میں عموماً زیادہ بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں توہین مذہب بالخصوص توہین رسالت سے متعلق سخت قوانین موجود ہیں۔ پاکستان میں موجود توہین مذہب کے قوانین کی بنیاد پاکستان بننے سے پہلے کے قوانین ہیں جو برطانوی سامراج کے دور میں بنائے گئے تھے۔ تاہم مختلف اوقات میں ان میں ترامیم ہوتی رہی ہیں۔

1898ء میں برصغیر پاک و ہند میں بڑھتے ہوئے مذہبی جرائم کی روک تھام اور ہر قسم کے نسلی، مذہبی اور مسلکی اختلافات ختم کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے بعض دفعات قوانین انڈین

ضابطہ اخلاق میں شامل کئے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ان میں ترامیم کا سلسلہ جاری رہا اور 1980 سے لے کر 1986 تک ان میں کئی اور ترامیم کا اضافہ ہوا اور 12 اکتوبر 1986ء کو پارلیمنٹ نے تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ C-295 کا اضافہ کیا جس کی رو سے توہین رسالت کرنے والے مجرم کے لیے پہلی مرتبہ سزائے موت یا عمر قید کی سزا مقرر ہوئی۔ بعد میں وفاقی شرعی عدالت میں ایک پیٹیشن دائر کی گئی جس کی سماعت اس وقت کے چیف جسٹس گل محمد خان اور دیگر تین ججز نے کی اور 13 اکتوبر 1990 کو اس کا فیصلہ سناتے ہوئے آئین کی دفعہ C-295 سے "عمر قید" کے الفاظ حذف کر دیئے اور یوں توہین رسالت کے مجرم کی سزا اب صرف سزائے موت برقرار رکھی گئی ہے۔

پاکستان کے علاوہ چند دیگر اسلامی ممالک میں بھی توہین مذہب کے ملزموں کو سزائے موت دی جاسکتی ہے جن میں ایران اور سعودی عرب سرفہرست ہے۔

جبکہ ترکی کا موجودہ آئین سیکولرزم پر مبنی ہے اور ایک طویل عرصے تک یہاں سیکولر حکمرانوں کا راج رہا ہے اس لیے ترکی کے آئین میں بلاس فیمنی، یا توہین رسالت سے متعلق کوئی الگ قانون موجود نہیں ہے۔ تاہم کچھ عرصے سے اس نوعیت کے مقدمات عدالتوں میں ضابطہ فوجداری کے آرٹیکل نمبر 216 کے تحت درج کیے گئے ہیں اگرچہ آئین کا آرٹیکل 216 کا اطلاق بنیادی طور پر "نفرت انگیزی اور دشمنی سے متعلق مقدمات" کے لیے ہے۔ اس قانون کے تحت مذہبی منافرت پھیلانے والے مجرموں کو چھ ماہ سے ایک سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔<sup>(1)</sup>

2013ء سے 2018ء تک کئی مجرموں کو اس قانون کے تحت قید کی سزائیں دی جا چکی ہیں۔

1 TÜRK CEZA KANUNU [TURKISH CRIMINAL CODE], Law No. 5237 (Sept. 26, 2004, as last amended Dec. 2, 2016), <http://www.mevzuat.gov.tr/MevzuatMetin/1.5.5237.pdf>, archived at <https://perma.cc/Z2YZ-CZ2B>, (Accessed on 15-08-2019) English translation available at <http://www.legislationline.org/documents/action/popup/id/6872/preview>, archived at <https://perma.cc/242A-3P85>. (Accessed on 15-08-2019)

## نتائج بحث

دنیا کے ہر مذہب نے مذہبی مقدسات کو بہت اہمیت دی ہے اور ان کے تقدس اور احترام کو پامال کرنے کی صورت میں مختلف سزائیں مقرر کی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے نہ صرف اسلام کے شعائر اور حرمت اللہ کے احترام اور تقدس کا درس دیا بلکہ دیگر مذاہب کی مقدسات کی بھی تکریم اور رعایت رکھی حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں بھی ان کی مذہبی عبادت گاہوں، مقدس کتابوں اور دیگر مقدسات کے احترام کو پامال کرنے یا ان مقدسات کو ضائع کرنے سے روکا۔ یہی وجہ ہے کہ جن ممالک پر صدیوں تک مسلمان حکمرانی کرتے رہے وہاں غیر مسلم اقلیتیں نہ صرف نہایت امن اور امان اور مکمل آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی عبادت اور رسومات کو بجالا سکتی تھیں بلکہ ان کی عبادت گاہیں اور دیگر مقدسات کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔

اگر آج بھی ہم سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تمام مذاہب کی مقدسات کو تحفظ دیں اور ہر شخص کو آزادی کے ساتھ اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کا موقع دیں تو دنیا ایک بار پھر امن و امان کا گوارہ بن سکتا ہے۔